اسلامی قانون میں کوڑوں کی سزا

پروفیسر انوار اللہ

اسلامی قانون میں سزا کی دو قسمیں ہیں، حد اور تعزیر۔ "حد" اس سزا کو کہتے ہیں جو اللہ کے حق کے طور پر معین کی گئی ہو، اور "تعزیر" ہر اس سزا کو کہتے ہیں جو اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معین نہ کی ہو۔

کوڑوں کی سزا کو قرآن نے زنا اور قذف کے جرائم میں بطور حد کے مشروع کیا ہے۔ چنانچہ سورہ نور میں ہے۔

۱۔ "الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منھما مائۃ جلدۃ ولا تأخذکم بھما رأفۃ فی دین اللہ ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الآخر ولیشھد عذابھما طائفۃ من المؤمنین۔"(۱)

"زانیہ عورت اور زانی مرد، دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو۔ اور ان پر ترس کھانے کا جذبہ اللہ کے دین کے معاملے میں تم کو دامن گیر نہ ہو، اگر تم اللہ تعالیٰ اور روز آخر پہ ایمان رکھتے ہو، اور ان کو سزا دیتے وقت اہل ایمان کا ایک گروہ موجود رہے۔"

"والذین یرمون المحصنات ثم لم یأتوا باربعۃ شھداء فاجلدوھم ثمانین جلدۃ"۔ (۲)

(اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں، پھر چار گواہ لے کر نہ آئیں ان کو اسّی (۸۰) کوڑے مارو)

اس کے علاوہ سنت اور اجماع کی رو سے شراب نوشی کے جرم کے لئے بھی کوڑوں کی سزا بطور حد دی گئی ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی کو لایا گیا جس نے شراب پی تھی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو کوڑے مارو، ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شراب نوشی کا مرتکب ہو جائے اس کو کوڑے مارو اور اگر وہ پھر شراب نوشی کرے تو اس کو پھر کوڑے مارو، نیز صحیحین کی روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب نوشی کے مجرم کو چالیس کوڑے اور جوتوں کی سزا دی اور کئی مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب نوشی کے جرم میں کوڑوں کی سزا دی ہے۔ اور یہی معمول خلفائے راشدین اور ان کے بعد مسلمانوں کا رہا ہے۔(۳)

اسی طرح تعزیر کے طور پر بھی سنت رسول نے کوڑوں کی سزا کو مشروع کیا ہے۔ چنانچہ مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"لا یجلد احد فوق عشرۃ اسواط الا فی حد من حدود اللہ"۔(۴)

(اللہ کے حدود کے علاوہ کسی کو دس کوڑے سے زیادہ نہ مارا جائے)

ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چوری شدہ مال اگر نصاب سے کم ہو تو چور سے اس کی دگنی قیمت کا تاوان لیا جائے اور اس کو سرزنش کے طور پر کوڑے مارے جائیں۔(۵)

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو حد کے علاوہ کسی اور جرم کی سزا کو پہنچے تو وہ زیادتی کرنے والوں میں ہوگا۔(۶)

مندرجہ بالا احادیث اور خلفائے راشدین کے عمل کی بنیاد پر فقہاء تعزیر میں کوڑوں کی سزا دینے میں

اتفاق رائے رکھتے ہیں بلکہ حنفیہ بعض صورتوں میں اس کو ضروری سمجھتے ہیں۔ چنانچہ علامہ کاشانی نے لکھا ہے کہ اگر تعزیر ایک ایسے جرم کے ارتکاب پر ہو جس میں حد واجب نہیں ہوتی تو اس میں قاضی کو اختیار ہے خواہ کوڑوں کی سزا دے یا قید وغیرہ کی، لیکن اگر تعزیر ایک ایسے جرم کے ارتکاب پر ہو جس میں حد بھی آسکتی ہو، مثلاً زنا کا ارتکاب ہوا۔ لیکن گواہ چار سے کم تھے، یا چوری ہوئی لیکن ایک گواہ تھا یا حرز کی شرط پوری نہیں ہو رہی تھی یا کسی نے بچے یا پاگل پر زنا کی تہمت لگائی تو ایسی صورتوں میں سزا دینے میں کوڑوں کو ضرور شامل کیا جائے گا۔(۷)

البتہ ڈاکٹر عبدالعزیز عامر نے لکھا ہے کہ چونکہ تعزیری سزائیں حاکم کی صوابدید پر ہوتی ہیں اس لئے ان کی اقسام کی تعیین مثلاً کوڑے مارنا، قید کرنا وغیرہ بھی اسی کی صوابدید پر ہے۔(۸)

وہ معاصی اور گناہ جن میں کوئی مقدار اور مقرر حد نہیں اور نہ کفارہ ہے، مثلاً کسی لڑکے کا بوسہ لینا، یا اجنبی عورت کا بوسہ لینا یا مباشرت بلا جماع و وطی کے کرنا، یا ایسی چیز کھانا جو حلال نہیں ہے مثلاً خون مسفوح، یا مردار گوشت کھانا یا کسی پر جھوٹی تہمت دھرنی زنا کے سوا، یا غیر محفوظ چیز کی چوری کرنا، یا نصاب سے کم چیز چرالینی یا امانت میں خیانت کرنا جیسے بیت المال کے والی اور متولی کیا کرتے ہیں یا وقف کے متولی یا یتیم کے مال کے متولی کیا کرتے ہیں۔ مثلاً تجارت کے وکلا اور شریک فی التجارت خیانت کیا کرتے ہیں یا معاملہ میں دھوکہ کرنا یا مثلاً کھانے پینے کی چیزوں میں یا کپڑوں میں دھوکہ کرنا یا مثلاً ناپ تول میں کم یا زیادہ کرنا یا جھوٹی گواہی دینا، یا جھوٹی گواہی کی تلقین کرنا، یا رعایا پر ظلم و زیادتی کرنا۔ یا جاہلیت کا نعرہ بلند کرنا وغیرہ۔ یا محرمات شرعیہ کا ارتکاب کرنا ایسے لوگوں کی سزا بطور تعزیر یا عبرت یا ادب کے والی و حاکم تجویز کرے گا۔ حاکم و والی گناہوں کی قلت و کثرت دیکھتے ہوئے عقوبت و سزا تجویز کرے۔ جب معاصی اور گناہ زیادہ ہوں تو عقوبت و سزا بھی زیادہ ہونی چاہیئے۔ جب

گناہ کم ہوں تو حسب حال گناہ کرنے والے کے سزا ہوگی۔[۹]

اس کے علاوہ فقہاء نے تعزیری سزاؤں میں کوڑوں کی تعداد میں بھی اختلاف کیا ہے اور اس اختلاف کی بنیاد مذکورہ بالا حدیث ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حدود اللہ کے علاوہ کسی اور سزا میں دس کوڑوں سے زیادہ نہ مارے جائیں چنانچہ حنفیہ، شافعیہ اور حنابلہ کہتے ہیں کہ تعزیر میں کم سے کم حد کی سزا سے تجاوز جائز نہیں ہے لیکن امام ابو حنیفہ کے نزدیک کم سے کم حد شراب کی ہے۔ یعنی چالیس کوڑے اور شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک کم سے کم حد بیس کوڑے ہے۔ اس لئے حنفیہ کے نزدیک زیادہ سے زیادہ تعزیر انتالیس کوڑے ہوگی اور شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک بصورت تعزیر انیس کوڑوں سے زیادہ نہیں لگائے جائیں گے۔

مالکیہ کہتے ہیں کہ سربراہ اعلیٰ کو اختیار ہے کہ اس کی رائے میں جتنے کوڑوں کی سزا مناسب ہو اتنے مارے جائیں خواہ ان کی تعداد حد سے زیادہ ہو۔[۱۰]

امام مالک کی رائے مندرجہ ذیل روایات پر مبنی ہے۔

۱۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے معن بن زیاد کو جس نے دھوکے سے حضرت عمرؓ سے خط لے کر بیت المال سے کچھ ناحق طور پر لے لیا تھا۔ ایک دن سو کوڑوں کی سزا دی۔ پھر کچھ لوگوں نے اس کی سفارش کی تو دوسرے دن سو کوڑے اور لگوائے اور تیسرے دن سو کوڑے اور لگوائے۔

۲۔ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن ایک مرد ایک اجنبی عورت کو ایک لحاف کے اندر لے کر سویا ہوا تھا۔ تو دونوں کو سو سو کوڑے لگوائے گئے۔

جہاں تک کہ اس حدیث کا تعلق ہے کہ دس کوڑوں سے زیادہ تعزیر میں نہ مارے جائیں تو ابن قیم نے اس بارے میں لکھا ہے کہ لفظ "حد" کا اطلاق جہاں عقوبت پر ہوتا ہے وہاں نفس

گناہ اور معصیت پر بھی ہوتا ہے۔ یہاں حدیث میں "حد" سے مراد معصیت (گناہ) ہے عقوبت (سزا) مراد نہیں ہے پس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ دس دروں سے زیادہ کی سزا بجز ان گناہوں (کی پاداش) کے عائد نہیں ہو گی جن کا ارتکاب اللہ تعالیٰ نے حرام فرما دیا ہے باقی صورتوں میں حاکم کو اختیار ہے کہ (دوسرے جرائم کی) جو سزا مناسب سمجھے، دے[۱۲]۔

کوڑے کو قرآن و حدیث کی زبان میں جلد کہتے ہیں، کیونکہ اس کا حکم قرآنی لفظ فاجلدوا سے نکلتا ہے۔ لفظ جلد کے لغوی معنی کھال کے ہیں۔ اس کے لغوی معنی کا تقاضا یہ ہے کہ اس سے مار ایسی ہونی چاہیئے جس کا اثر جلد تک یعنی کھال تک رہے، گوشت تک نہ پہنچے۔ اس لئے کوڑے سے ایسی مار جس سے گوشت کے ٹکڑے اڑ جائیں یا کھال پھٹ کر اندر تک زخم پڑ جائے اسلامی قانون کے خلاف ہے۔

کوڑا عموماً چمڑے کا یا بید کا یا کسی درخت کی شاخ کا بنا ہونا چاہیئے جس میں کوئی گرہ یا جوڑ نہ ہو اور نہ دو شاخہ ہو، اور ہر صورت میں وہ اوسط درجے کا ہونا چاہیئے نہ بہت موٹا اور سخت اور نہ بہت پتلا اور نرم۔ موطا میں امام مالک کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مارنے کے لئے کوڑا طلب فرمایا تو ایسا کوڑا آپ کو پیش کیا گیا جو کثرت استعمال سے بہت کمزور ہو چکا تھا۔ آپ نے دیکھ کر فرمایا : اس سے زیادہ سخت لاؤ پھر ایک نیا کوڑا لایا گیا جو ابھی استعمال سے نرم نہیں ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا دونوں کے درمیان، پھر ایک ایسا کوڑا لایا گیا جو سواری میں استعمال ہوا تھا۔ اس سے آپ نے مارنے کا حکم دیا۔ اسی طرح کی ایک روایت ابو عثمان النہدی نے حضرت عمرؓ کے متعلق بھی بیان کی ہے کہ وہ اوسط درجے کا کوڑا استعمال کرتے تھے[۱۳]۔

ابن عربی نے ائمہ سے نقل کیا ہے کہ مار بھی اوسط درجے کی ہونی چاہیئے۔ حضرت عمرؓ نے مارنے والے کو ہدایت کرتے ہوئے فرمایا "لاترفع ابطك" (اس طرح مار کہ تیری بغل نہ کھلے)

یعنی پوری طاقت سے ہاتھ کو تان کر نہ مارے۔ [۱۳]

تمام فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ مارتے وقت زخمی ہونے سے بچانا چاہئے۔ نیز ایک ہی جگہ پر نہیں مارنا چاہئیے بلکہ تمام جسم پر مار کر پھیلانا چاہئیے، منہ اور شرم گاہ کو نہیں مارنا چاہئیے، باقی ہر عضو پر کچھ نہ کچھ مار پڑنی چاہئیے۔ امام ابو حنیفہ کے ہاں سر کو نہیں مارنا چاہئیے باقی ہر عضو پر کچھ نہ کچھ مار پڑنی چاہئیے۔ حضرت علیؓ نے ایک شخص کو کوڑے لگواتے وقت فرمایا ہر عضو کو اس کا حق دو اور منہ اور شرم گاہ کو بچاؤ دوسری روایت میں ہے کہ سر اور شرم گاہ کو بچاؤ۔ [۱۴]

سخت گرمی یا شدید سردی میں کوڑے کی سزا دینا جائز نہیں ہے بلکہ فضا کے معتدل ہو جانے تک انتظار کرنا چاہئیے، نیز اگر مجرم ایسے مرض میں مبتلا ہو جس سے آرام پا جانے کی امید ہو تو اس کے صحت یاب ہونے تک سزا کو مؤخر کرنا ہوگا تاکہ مرض کی حالت میں چوٹ کھانے سے ہلاک نہ ہو جائے۔ [۱۵]

اسلامی نظریہ سزا کی رو سے یہ بھی ضروری ہے کہ کوڑوں کی سزا علانیہ لوگوں کے سامنے دی جائے تاکہ دوسروں کو عبرت و موعظت حاصل ہو۔ چنانچہ قرآن کریم میں زانیہ عورت اور زانی مرد کے کوڑوں کی سزا کے بارے میں ہے "ولیشهد عذابهما طائفة من المومنین" (اور ان کو سزا دیتے وقت اہل ایمان کا ایک گروہ موجود رہے) چوری کی سزا کے بارے میں قرآن کریم میں ہے "جزاءً بما کسبا نکالاً من اللہ" (ان کے کئے کا بدلا اور اللہ کی طرف سے جرم کو روکنے والی سزا) اس سے معلوم ہوا کہ اسلامی قانون میں سزا کے تین مقاصد ہیں ...

اول۔ یہ کہ مجرم سے اس زیادتی کا بدلہ لیا جائے اور اس کو اس برائی کا مزا چکھایا جائے جو اس نے کسی دوسرے شخص یا معاشرے کے ساتھ کی تھی۔

دوئم - یہ کہ اسے اعادہ جرم سے باز رکھا جائے۔

سوئم - یہ کہ اس کی سزا کو ایک عبرت بنا دیا جائے تاکہ معاشرے میں جو دوسرے لوگ برے میلانات رکھنے والے ہوں وہ اس طرح کے کسی جرم کی جرأت نہ کر سکیں۔ اس کے علاوہ علانیہ سزا دینے کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس صورت میں حکام سزا دینے میں بے جا رعایت یا بے جا سختی کرنے کی کم ہی جرأت کر سکتے ہیں۔(۱۶)

علامہ قرطبی نے "طائفۃ" کی تفسیر میں مختلف اقوال نقل کئے ہیں کہ اس سے مراد ایک سے لے کر ایک ہزار تک لوگ ہیں کسی نے ایک کسی نے دو، کسی نے تین، کسی نے چار، اور کسی نے دس افراد بھی مراد لئے ہیں۔(۱۷)

اسلام کی تنفیذ سزا سے مراد مجرم کی تذلیل ہوتی ہے نہ کہ بدنی ایذا رجیسا کہ انگریزی دور سے ورثہ میں ملنے والے جیل مینول کے مطابق کوڑوں کی تنفیذ ہوتی ہے جس میں مجرم کو انتہائی بدنی تکلیف پہنچائی جاتی ہے اور اکثر اوقات مجرم سخت زخمی یا معذور ہو جاتا ہے، بلکہ کبھی مر بھی جاتا ہے - ہر چند کہ ایک ڈاکٹر کی نگرانی میں کوڑے لگائے جاتے ہیں۔ لیکن مارنے کا طریقہ ہی ایسا ہوتا ہے جس سے مجرم کے بدن کو تکلیف پہنچتی ہے اور بسا اوقات اس کے برے نتائج نکل آتے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ کوڑوں کی سزا کو وحشیانہ سزا تصور کیا جاتا ہے لیکن یہ نتائج اوپر بیان شدہ اسلامی طریقہ کار پر عمل کرنے کی صورت میں پیدا نہیں ہوتے۔

اس کے علاوہ مرد اور عورت کی سزا کے علانیہ نفاذ میں فرق ضروری ہے۔ جس جگہ عورت کو کوڑوں کی سزا دینی ہو وہاں عورت کے پردے کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ عورت کو بٹھا کر کوڑے مارے جائیں اس ضمن میں اس واقعہ کی طرف

اشارہ کرنا ضروری ہے۔ امام ابوحنیفہ کے زمانے میں قاضی ابن ابی لیلیٰ نے ایک عورت کو کھڑا کر کے کوڑے مارے تو اس پر امام ابوحنیفہ نے سخت گرفت کی اور علانیہ ان کے فیصلے کو غلط ٹھہرایا۔ اس لئے ضروری ہے کہ عورت کو ایسی جگہ کوڑے مارنے چاہئیں جہاں مرد نہ ہوں اور اگر ہوں تو ان سے پردے کا انتظام ہو بلکہ اچھا یہ ہے کہ عورتوں کے ہاسٹلوں یا ایسی اقامت گاہوں میں عورت کو کوڑے مارے جائیں جہاں زیادہ تر عورتیں ہی موجود ہوں اگرچہ ان کی تعداد زیادہ نہ ہو، البتہ وہاں عورتوں کو آنے سے روکا نہ جائے۔ لیکن بازاروں، کھلے میدانوں وغیرہ میں عورتوں کو کوڑے نہیں مارنے چاہئیں۔ اس ضمن میں علامہ جزیری لکھتے ہیں۔

"واضح ہو کہ درہ زنی کی سزا مرد کو کھڑا کر کے دینی چاہیئے اور عورت کو بٹھا کر پردہ کے ساتھ مارنا چاہیئے، اس کے کپڑے نہ اتارے جائیں، کیونکہ عورت پردہ کی چیز ہے اور اس کے ستر کا بے پردہ ہونا حرام ہے۔ البتہ استرو الا لباس (روئی وغیرہ سے بھرا ہوا) اور پوستین اتار دینی چاہیئے۔ تاکہ اس کی جلد کو اذیت پہنچے اور سزا دینے کا جو مقصد ہے وہ پورا ہو یعنی وہ تکلیف محسوس کرے، گناہ چھوڑ دے اور ہمیشہ کے لئے باز آجائے۔ عورت کو بٹھا کر سزا دینے کا حکم حضرت علیؓ کے اس حکم پر مبنی ہے کہ آپؓ نے فرمایا کہ مرد کو کھڑا کر کے اور عورت کو بٹھا کر سزا کی ضرب دی جائے۔ یہ اس لئے بھی کہ مرد کی حالت اعلان وظہور کی متقاضی ہے تاکہ اسے دیکھ کر عبرت حاصل کی جائے اور عورت کے حال کا تقاضا یہ ہے کہ اسے چھپایا جائے اور پردہ میں رکھا جائے۔"[۱۸]

جس عورت کو کوڑے لگائے جائیں وہ اپنے پورے کپڑے پہنے گی بلکہ اس کے کپڑے اچھی طرح باندھ دیئے جائیں گے تاکہ اس کا جسم کھل نہ جائے۔ صرف موٹے کپڑے اتروا دیئے جائیں گے۔ مرد کے معاملہ میں اختلاف ہے بعض فقہاء کہتے ہیں کہ صرف پاجامہ پہنے رہے گا اور بعض کہتے ہیں کہ قمیص بھی نہیں اتروائی جائے گی۔ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح نے ایک زانی کو سزائے تازیانہ کا حکم دیا۔ اس نے

کہ اس گناہگار جسم کو اچھی طرح مار کھانی چاہیئے۔ اور یہ کہہ کر وہ قمیص اتارنے لگا۔ حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا "اسے قمیص مت اتارنے دو۔"(۱۹)

باندھ کر مارنے کی بھی اجازت نہیں ہے۔ الّا یہ کہ مجرم بھاگنے کی کوشش کرے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں..."لا یحل فی ھذہ الامۃ تجرید ولا مد" (اس امت میں ننگا کرکے اور ٹکٹکی پر باندھ کر مارنا حلال نہیں ہے۔)(۲۰)

مار کا کام بھی اجڈ جلادوں سے نہیں لیا جائے گا، بلکہ صاحب علم و بصیرت آدمیوں کو یہ خدمت انجام دینی چاہیئے جو شریعت کے تقاضوں سے آگاہ ہوں۔ ابن قیم نے زادالمعاد میں لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ، محمد بن مسلمہؓ، عاصم بن ثابت اور ضحاک بن سفیان جیسے اکابر اور معززین سے جلاد کی خدمت لی جاتی تھی۔(۲۱)

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے کوڑوں کی سزا کی اسلامی کیفیت بیان کرنے کے بعد لکھا ہے۔

"ضرب تازیانہ کے قانون کی ان تفصیلات کو دیکھیئے اور پھر ان لوگوں کی جرأت کی داد دیجیئے جو اسے تو وحشیانہ سزا کہتے ہیں مگر وہ سزائے تازیانہ ان کے نزدیک بڑی مہذب سزا ہے جو آج جیلوں میں دی جارہی ہے۔ موجودہ قانون کی رو سے صرف عدالت ہی نہیں جیل کا ایک معمولی سپرنٹنڈنٹ بھی ایک قیدی کو حکم عدولی یا گستاخی کے قصور میں ۳۰ ضرب بید تک سزا دینے کا مجاز ہے۔ یہ بید لگانے کے لئے ایک آدمی خاص طور پر تیار کیا جاتا ہے اور وہ ہمیشہ اس کی مشق کرتا رہتا ہے۔ اس غرض کے لئے بید بھی خاص طور پر بھگو بھگو کر تیار کئے جاتے ہیں تاکہ جسم کو چھری کی طرح کاٹ دیں۔ مجرم کو ننگا کرکے ٹکٹکی سے باندھ دیا جاتا ہے تاکہ وہ تڑپ بھی نہ سکے صرف ایک پتلا سا کپڑا اس کے ستر کو چھپانے کے لئے رہنے دیا جاتا ہے اور وہ ٹنکچر آیوڈین سے بھگو دیا جاتا ہے۔ جلاد دور سے بھاگتا ہوا آتا ہے اور پوری طاقت سے مارتا ہے۔ ضرب

ایک ہی مخصوص حصہ جسم (یعنی سرین) پر مسلسل لگائی جاتی ہے یہاں تک کہ گوشت قیمہ ہو کر اڑتا چلا جاتا ہے۔ اور بسا اوقات ہڈی نظر آنے لگتی ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ طاقت ور سے طاقت ور آدمی بھی پورے تیس بید کھانے سے پہلے ہی بے ہوش ہو جاتا ہے اور اس کے زخم بھرنے میں ایک مدت لگ جاتی ہے۔ اس "مہذب" سزا کو جو لوگ آج جیلوں میں خود نافذ کر رہے ہیں، ان کا یہ منہ ہے کہ اسلام کی مقرر کی ہوئی سزائے تازیانہ کو "وحشیانہ" سزا کے نام سے یاد فرمائیں، پھر ان کی پولیس ثابت شدہ مجرموں کو نہیں بلکہ محض مشتبہ لوگوں کو تفتیش کی خاطر (خصوصاً سیاسی جرائم کے شبہات میں) جیسے جیسے عذاب دیتی ہے وہ آج کسی سے چھپے ہوئے نہیں ہیں۔" (۲۲)

حوالہ جات

۱۔ سورۃ النور : ۲ ۔ ۲۔ سورۃ النور : ۴

۳۔ عبدالعزیز عامر، التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیۃ ص ۳۲۸

۴۔ مسلم کتاب الحدود (عربی) ج ۱۱، ص ۲۱۴

۵۔ ابوداؤد، ج ۲، کتاب الحدود، ص ۲۵۶

۶۔ التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ، ص ۲۳۹

۷۔ بدائع الصنائع، ج ۷، ص ۶۴

۸۔ التعزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ، ص ۳۲۳

۹۔ ابن تیمیہ، سیاست شرعیہ (اردو) ص ۲۲۱

۱۰۔ کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ، ج ۵، ص ۱۶۷

١١۔ کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ، ج ۵۔ص ۷۶۲

١٢۔ ابوبکر جصاص، احکام القرآن، ص ۳۲۲

١٣۔ ابن عربی، احکام القرآن، ج ۲، ص ۱۸۴

١۴۔ احکام القرآن، جلد ۳، ص ۳۲۱

١۵۔ کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ۵، ص ۱۰۷

١۶۔ مولانا مودودی تفہیم القرآن، ج ۳، ص ۳۴۷

١٧۔ قرطبی الجامع لاحکام القرآن، جلد ١٧، ص ١۶۶

١٨۔ کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ، ج ۵، ص ١٠۶

١٩۔ جصاص احکام القرآن، ج ۳، ص ۳۲۲

۲٠۔ شوکانی، نیل الاوطار، ج ۴، ص ١٨۳

۲١۔ زاد المعاد، ج ١، ص ۴۵۔۴۴

۲۲۔ تفہیم القرآن، ج ۳، ص ۳۴۲۔